مدیر کے نام

محمد رفیق وڑائچ 'لاہور

''سامراج کی لغت میں دوستی کا مفہوم'' (مارچ ۲۰۰۳ء) میں مولانا مودودیؒ نے سامراج کی دوستی کا جونقشہ کھینچا ہے وہ آج کے امریکہ کے رویے پر پورا اترتا ہے۔ پروفیسرخورشیداحمد صاحب نے اس تحریر کا بروقت انتخاب فرمایا۔ البتہ اس مضمون میں بیان کیے گئے مقامات کے نام بدل گئے ہیں۔ سیاسی جغرافیہ تبدیل ہو چکا۔ آج کے قارئین کے لیے وہ معلومات قصہ پارینہ بن چکیں جو گذشتہ صدی میں تاریخ انگلستان اور یورپ کے حوالے سے اسکولوں میں شامل نصاب ہوتی تھیں۔ اس لیے اس مضمون کے عصرِ حاضر میں پورے فہم وشعور کے لیے کئی جگہ وضاحتی حاشیوں کی ضرورت محسوس ہوئی۔

ڈاکٹر معراج الھدیٰ صدیقی 'کراچی

''عالم اسلام کے لیے امریکی منصوبے'' (مارچ ۲۰۰۳ء) میں جن امریکی عزائم کا ذکر کیا گیا ہے بلاشبہہ وہ کسی انکشاف سے کم نہیں۔ امریکی سامراج پوری مسلم دنیا کو محاصرے میں لینے کی تیاریاں کر چکا ہے اور ۱۱ستمبر ۲۰۰۱ء کے واقعے سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ کاش! ہمارے مسلم حکمران ہوش مندی سے کام لیں اور سوچیں کہ عراق پر جس آگ وخون کی بارش ہونے والی ہے کیا اس کی چھینٹیں ان پر نہیں پڑیں گی اور چھینٹیں تو کیا' خود ان کی باری آنے میں کتنی دیر رہ جائے گی۔ آج عالمی اُفق پر جو گھٹائیں چھا رہی ہیں بلاشبہہ ملّت کا درد رکھنے والا ہر فرد اس سے مضطرب' دل گرفتہ اور پریشان ہے۔ بے سمتی کا سفر ترک کر کے سمت متعین کرنا اور اُمت کی شیرازہ بندی کرنا وقت کی ضرورت بھی ہے اور حالات کا تقاضا بھی! دیکھیے پردۂ تقدیر سے کیا ظہور ہوتا ہے۔ حبس کے بعد بارش ضرور ہوتی ہے جو نئی زندگی کا جانفزا پیغام ہوتی ہے۔

ڈاکٹر عبدالباری عتیقی 'کراچی

''انسانی کلوننگ'' (فروری ۲۰۰۳ء) پر علامہ یوسف القرضاوی کا مضمون دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ اس مختصر مضمون میں اس پیچیدہ مسئلے کے تقریباً تمام پہلوؤں کا کافی وشافی طریقے سے احاطہ

کیا گیا ہے۔ ہر نئی چیز کو بلاسوچے سمجھے ناجائز قرار دے دینے اور ہر نئی چیز کو اس کے نقصان دہ اور غیر اخلاقی پہلوؤں سے بھی صرفِ نظر کر کے جائز قرار دے دینے کی دو انتہاؤں کے درمیان کم از کم اس معاملے میں یہی عین راہِ صواب نظر آتی ہے۔ میرا احساس ہے کہ مستقبل میں انسانیت کا اجتماعی ضمیر' اگر وہ ہے اور میرا خیال ہے کہ ہے' کلوننگ کے مضر اور غیر اخلاقی استعمال کو قبول کرنے سے انکار کر دے گا اور اس کے صرف مفید اور اخلاقی استعمالات باقی رہ جائیں گے۔ ان شاءاللہ!

سید حامد عبدالرحمٰن الکاف ' یمن

''کتاب نما'' (فروری' ۲۰۰۳ء) میں لکھا ہے کہ ''مولانا فراہی قرآنی علوم کے معروف محقق' مفسر اور ترتیب و نظم قرآن میں ایک نئے مکتب فکر کے بانی تھے'' (ص ۹۹)---نظم قرآن کا مکتب فکر بہت پرانا ہے اس کی عمر ایک ہزار دو سو بلکہ تین سو سال ہے۔ مولانا فراہیؒ اس آخری دور میں ہندو پاک میں نظمِ قرآن کے علم بردار ضرور رہے ہیں' مگر بانی ہرگز نہیں۔ یہی حقیقت ہے۔

عبدالحنان ' گکھڑ منڈی

شذرات ''مفت تعلیم کی طرف قدم'' (فروری ۲۰۰۳ء) میں اچھی توجہ دلائی گئی ہے۔ سرکاری اسکولوں میں ماہانہ فیس معاف کر دینے سے تعلیم ہرگز سستی نہیں ہوسکتی۔ اصل فیس تو اسکول کے بعد ٹیوشن پڑھانے کی فیس ہے جو نرسری تا میٹرک عملاً لازم ہوگئی ہے۔ کچھ اساتذہ اسکول میں ملازمت ہی صرف اپنی پرائیویٹ اکیڈمی کو بارونق بنانے کے لیے کرتے ہیں۔ ایسے بھی اساتذہ ہیں جو طلبہ کو زبردستی ٹیوشن پڑھنے پر مجبور کرتے ہیں۔ حکم عدولی کی صورت میں طرح طرح سے ستایا جاتا ہے' مارا پیٹا جاتا ہے' اسکول سے نام خارج کر دیا جاتا ہے اور زیرعتاب رکھا جاتا ہے۔ تعلیم و تعلم ایک مقدس فریضہ ہے لیکن بدقسمتی سے پاکستان میں اسے ایک منافع بخش کاروبار کی حیثیت سے جانا جاتا ہے۔ اسکول کی فیس معاف کرنے کے ساتھ ٹیوشن کی لعنت سے چھٹکارا بھی ضروری ہے۔ حکامِ بالا اس کے لیے بھی عملی قدم اٹھائیں۔

محمد نجات اللہ صدیقی ' جدہ

یوں تو یادِ رفتگان کے کالم میں آپ جو کچھ لکھتے ہیں پڑھنے کے لائق ہوتا ہے مگر جنوری ۲۰۰۳ء کے شمارے میں ڈاکٹر محمد حمیداللہ کے بارے میں جو کچھ لکھا وہ خاص چیز ہے۔ میں ڈاکٹر صاحب سے اپنی دو ملاقاتوں سے متعلق کچھ باتیں سامنے لانا چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے میری طرح دوسرے بھی مستفید ہوسکیں۔

پہلی ملاقات دسمبر ۱۹۷۲ء کے تیسرے ہفتے میں ڈاکٹر صاحب کے پیرس والے فلیٹ میں ہوئی تھی۔ سہ پہر کا وقت تھا۔ کچھ دیر بعد ایک نومسلم نوجوان آ گئے' ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ وہ ان کو قرآن کریم (ناظرہ)

پڑھاتے ہیں اور موعودہ وقت کی پابندی کرتے ہیں۔ اتنا بڑا عالم اور محقق ناظرہ پڑھا رہا تھا' میری طبیعت بہت متاثر ہوئی۔

جن مسائل پر ڈاکٹر صاحب سے استفادہ رہا ان میں سے ایک کا تعلق قاضی ابویوسفؒ کی کتاب الخراج کے ترجمے اسلام کا نظام محاصل' مکتبہ چراغ راہ کراچی' ۱۹۶۶ء اور اسلامک پبلی کیشنز' لاہور سے تھا جس کی تفصیل اس وقت سامنے نہیں ہے۔ مگر اہمیت کی بات یہ ہے کہ سیکڑوں صفحات میں سے ڈاکٹر صاحب نے اس ایک مقام پر انگلی رکھ دی جس کا ترجمہ ان کی نظر میں تشفی بخش نہیں تھا اور جس کے بارے میں وہ عرصہ سے تحقیق میں مصروف تھے۔

دوسرا مسئلہ عملی تھا۔ ملاقات سے کچھ عرصہ پہلے امپیکٹ' لندن میں ڈاکٹر صاحب کی یہ رائے نظر سے گزری تھی کہ کرۂ ارضی کے انتہائی شمالی علاقوں میں بعض موسموں میں جب رات کے غیرمعمولی طور پر چھوٹی ہو جانے کی وجہ سے مغرب' عشا اور فجر کی نمازوں کے اوقات بہت جلد جلد آتے ہیں' یا دن کے بہت لمبے ہونے کی وجہ سے روزہ بہت لمبا ہو جاتا ہے' نمازوں اور افطار کے اوقات مکّہ مکرمہ کے اوقات کے مطابق یا پھر قریب ترین نارمل علاقوں کے اوقات کے مطابق کیے جاسکتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے تو یہی فرمایا تھا کہ بعض لوگ ان کی رائے پر عمل بھی کرتے ہیں مگر آج تک نہ اس کا ثبوت ملا نہ یہ سمجھ میں آیا کہ یہ مشکل کیسے حل ہو۔

ڈاکٹر محمد حمیداللہ صاحب سے میری دوسری اور آخری ملاقات اسلام آباد میں فکرِ اسلامی پر دوسری بین الاقوامی کانفرنس' منعقدہ جنوری ۱۹۸۲ء کے موقع پر ہوئی۔ ایک موضوع پر کسی کے مقالے سے متعلق آیت قرآنی اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (مسلمانوں کے معاملات ان کے درمیان باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں۔ الشوریٰ ۴۲:۳۸) زیربحث آ گئی۔ میں نے سوال کیا کہ آیت کے دوسرے اجزا وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ص وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ؀ (اپنے معاملات آپس کے مشورے سے چلاتے ہیں' ہم نے جو کچھ بھی رزق انھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ الشوریٰ ۴۲:۳۸) میں جس طرح ھم کی ضمیر میں مسلمان مردوں اور عورتوں دونوں کو شامل کیا ہے' کیا اسی طرح شوریٰ سے متعلق بات بھی ان دونوں سے متعلق نہیں ہے؟ بالفاظِ دیگر شوریٰ میں مردوں کی طرح عورتیں بھی شریک ہیں۔ صاحبِ مقالہ نے تو سوال پر ہی تعجب کا اظہار کیا اور بہرصورت میرے موقف کی تائید نہیں کی مگر ڈاکٹر صاحب نے نہ صرف میری تائید آیت کے فہم کے سلسلے میں کی بلکہ قرنِ اوّل سے نظائر بھی پیش کیے' جن میں سب سے اہم نظیر حضرت عمرؓ کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے سلسلے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا بعض خواتین کی رائے معلوم کرنا ہے۔

☆ مارچ ۲۰۰۳ء کے شمارے میں درست آیت: اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ (ص ۴۴' سطر ۲۰) ہے۔ (ادارہ)